بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں وہابی سے سنی کیسے ہوا؟
اور کیوں ہوا؟

قاری محمد جاوید اقبال نقشبندی جماعتی

سابقہ غیر مقلد خطیب جامع مسجد غازی گل روڈ حمید کالونی گوجرانوالہ

باہتمام محمد نواز ہزاروی

مکتبہ غوثیہ یونیورسٹی روڈ، کراچی پاکستان

میری کہانی میری زبانی

میں وہابی سے سنی کیسے ہوا؟ اور کیوں ہوا؟

میں قاری محمد جاوید اقبال نقشبندی جماعتی سابقہ غیر مقلد خطیب جامع مسجد غازی گل روڈ حمید کالونی گوجرانوالہ 17 اپریل 1953ء بروز بدھوار بوقت صبح 4:15 بجے بمقام مکان نمبر 1114 گلی ٹھٹھیار رانوالی تھانے والا بازار سیالکوٹی دروازہ گوجرانوالہ میں پیدا ہوا۔ ابتدائی تعلیم اول سے چہارم تک گورنمنٹ پرائمری اسکول نمبر 1 شیرانوالہ باغ سے حاصل کی۔

17 جنوری 1962ء کو بوجہ جگہ کم ہونے کی بنا پر منڈی کاموکی محلہ دھوپ سڑی نئی آبادی میں رہائش پذیر ہوئے۔ گورنمنٹ پرائمری اسکول نمبر 4 کاموکی سے پرائمری پاس کی۔ بعد ازاں گورنمنٹ ہائی اسکول کاموکی میں چھٹی سے لیکر میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ 1967ء میں گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ میں داخلہ لیا اور 1969ء میں ایف اے کیا۔ بعد ازاں میرا ذہن دینی تعلیم حاصل کرنے کی طرف مائل ہوا۔ ابتدائی دینی تعلیم یعنی قرآن مجید 1970ء سے لیکر 1974ء ناظرہ ترجمہ کیا معلم حضرت مولانا سید عبدالغنی شاہ تھے۔ جو کہ جامع مسجد اہل حدیث کاموکی میں خطیب تھے۔ اس وقت اراکین مسجد شیخ شاکر صدر۔ جنرل سیکرٹری شیخ محمد بشیر آڑھتی۔ شیخ فضل دین عرف حاجی پھجا۔ حکیم قمرالدین۔ غلام محمد لودھی اور دیگر اراکین تھے۔ سید عبدالغنی شاہ صاحب کے ہاں اولاد نہیں تھی۔ اسی بنا پر جناب شاہ صاحب نے مجھے میرے والد محترم سے مانگا کہ میں اس کو عالم دین بناؤں گا اور میرے بعد میری جگہ پر خطیب ہوگا۔ والد محترم مان گئے۔ 1979ء کو جناب شاہ صاحب کا

انتقال ہوگیا۔ بعد ازاں 1980ء تک میں مرکزی جامع مسجد اہلحدیث کاموکی کا خطیب رہا۔ عرصہ چھ ماہ خطابت کے بعد فیصلہ کیا گیا کہ میں کسی جامعہ میں داخلہ لے کر احادیث کی تعلیم بھی حاصل کروں۔ -124کتوبر 1980ء کو جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں زیر نگرانی عبید الرحمان مدنی داخلہ لیا۔ جب میں نے جامعہ سلفیہ میں داخلہ لیا۔ اس وقت میرے ساتھ خاص طور پر جو تعلیم حاصل کرنے والے تھے وہ نام تحریر کرتا ہوں۔ مولانا محمد منشا۔ مولانا محمد مسلم۔ مولانا منظور احمد۔ مولانا شفیق الرحمان۔ مولانا عتیق الرحمان۔ مولانا عبد اللہ امرتسری۔ مولانا جاوید گگے زئی۔ مولانا عبدالغفور بہاولپور وغیرہ تھے۔

1983ء میں دورہ حدیث کرنے کے بعد پھر دوبارہ مرکزی جامعہ مسجد اہل حدیث خطیب مقرر ہوا۔ میں نے انتظامیہ سے کہا کہ میرے مد مقابل مولانا اکرم رضوی جامع مسجد فیض مدینہ میں خطیب ہیں۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ رضوی کے مقابلہ کے لئے ایسا عالم جو کہ فارغ التحصیل ہو اسے لانا چاہیے۔ صلاح مشورہ کے بعد میں شیخ شاکر، شیخ بشیر اور آڑھتی حکیم قمرالدین موضع ہنجانوالی سادھوکی ضلع گوجرانوالہ کی جامعہ پہنچے۔ وہاں سے مولانا حبیب الرحمان رحمانی کو لایا گیا۔ مولانا کو آئے ہوئے چند ہی دن ہوئے تھے کہ والد محترم کے حکم سے میں نے مولانا کے پاس رہنا شروع کر دیا۔ کتابوں کا مطالعہ بھی کرتا رہا اور پروگراموں میں بھی جاتا رہا۔ تقریباً 3 ماہ بعد مولانا صاحب نے کسی سے سن لیا کہ رحمانی تو قوم کمہار ہے۔ مجھے کہنے لگے کہ کیا کیا جائے کیونکہ میں تو ذات کا کمبوہ ہوں تو میں نے کہا مولانا آپ اپنا تخلص تبدیل کر لیں۔ بعد ازاں اس کا لقب یزدانی رکھا گیا۔ کیونکہ ہماری رہائش جامع مسجد مبارک اہل حدیث کی ساتھ والی گلی میں تھی۔ اس لئے یزدانی کے آنے کے بعد میں اپنے محلہ نئی آبادی دھوپ سڑی کاموکی کی جامع مسجد مبارک اہل حدیث المعروف ٹاہلیاں والی میں خطیب مقرر ہوا۔ اس طرح وقت گزرتا گیا۔ 6 مارچ 1984ء کو

ایک کانفرنس بسلسلہ سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم موضع 5 چک سینجا نوالہ ضلع وہاڑی میں منعقد ہوئی۔ جس میں خطابات کے لئے یزدانی صاحب اور میرا نام نمایاں تھے۔ دوران سفر میں نے یزدانی سے کہا اس لئے کہ حاصل پور کے علاقہ میں پیر رنگیلا شاہ صاحب کا دربار ہے۔ علاقے کے لوگ زیادہ پیر پرست ہیں۔ مہربانی فرما کر پیروں کے متعلق کچھ نہ کہنا۔ یزدانی نے دوران خطاب کچھ ایسے الفاظ پیر رنگیلا شاہ صاحب کے متعلق کہے جو برداشت سے باہر تھے۔ پھر کیا تھا۔ اس چک کا نمبردار چوہدری فتح محمد ڈوگر جو پیر رنگیلا شاہ صاحب کا مرید تھا، اس نے وہاں پر جھگڑنا شروع کر دیا۔ نمبردار کے لڑکے نے یزدانی کے سر پر لاٹھی مارنا چاہی تو میں نے فوراً بایاں بازو یزدانی کے سر کے قریب کر دیا جس کی وجہ سے میرے بائیں بازو کی کلائی ٹوٹ گئی جو کہ آج بھی زندہ ثبوت ہے۔ یزدانی اور مجھے 3 دن تک زیر حراست ایک کمرہ میں رکھا گیا۔ نمبردار اثر و سوخ والا آدمی تھا۔ اس لئے پولیس والوں نے بھی مزاحمت نہ کی۔ جس کمرے میں بند تھے وہاں ہی کھانا پینا اور وہیں پر پیشاب پاخانہ۔ جو کچھ ہم پر بیتی قلم لکھنے سے قاصر ہے۔ بہر کیف مختصر عرض ہے کہ 3 دن کے بعد میں نے کمرہ کے اندر ہی سے نمبردار کی منت سماجت کی اس نے کہا کہ پہلے میرے پیر کی تعریف اور کوئی کرامت سناؤ پھر جان چھوٹے گی۔ میں نے کہا جناب نمبردار صاحب میرے تو بازو کی کلائی بھی ٹوٹ چکی ہے۔ مہربانی فرما کر مرہم پٹی تو کروا دیں۔ میں نے نمبردار کو اس کے پیر کا واسطہ دیا۔ تب جا کر اس نے مجھے باہر نکالا اور پٹی وغیرہ کی۔ میں نے سوچا کہ اب موقع ہے۔ کوئی بریلوی پیر کی کرامت نمبردار کو سناؤں شاید جان بچ جائے۔ مختصراً میں نے دو تین کرامتیں بریلوی کے پیروں کی پڑھی تھیں جو کہ ذہن میں تھیں۔ ایک پیر مہر علی شاہ صاحب اور دوسری داتا گنج بخش رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی۔ بعد میں جس طرح آزادی ملی۔ (کبھی موقع ملا تو تفصیل کے ساتھ عرض کروں گا)۔ راستہ میں میں نے یزدانی سے کہا۔ یہ بتاؤ کہ اب

کاموکی واپس جا کر لوگوں کو کیا جواب دینا کہ اتنے دن کہاں رہے۔ کہنے لگا کہ کہہ دینا کہ دوسری جگہوں پر پروگرام تھے وہاں چلے گئے تھے۔

پہلا جھوٹ: پھر میں نے کہا اگر لوگوں نے سوال کیا کہ تمہارا بازو کیسے ٹوٹا تو کیا جواب دونگا۔ کہنے لگا کہ کہہ دینا کہ کیلے کے چھلکے سے پھسل گیا تھا۔

دوسرا جھوٹ: پھر میں نے کہا کہ جو گاڑی جس کا نمبر LHM/1960 ہے اس کے شیشوں اور اسکرین کے متعلق سوال ہوا تو پھر کیا جواب دوں کہنے لگا کہ کہہ دینا کہ بریلویوں نے واپس آتے ہوئے گاڑی پر پتھراؤ کر دیا تھا۔ تیسرا جھوٹ۔ مختصراً واپس کاموکی آئے تمام رام کہانی سنائی گئی لیکن مسجد کی انتظامیہ مشکوک نظروں سے میری رام کہانی سن رہی تھی۔ آخر 4 دن کے بعد والد محترم نے پوچھا تو میں نے تمام حال کہہ دیا جو کچھ ہمارے ساتھ ہوا تھا۔ حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے یزدانی کا ساتھ چھوڑ دیا۔ والد محترم کے حکم کے مطابق میں شیخوپورہ چلا گیا اور حافظ عبداللہ شیخوپوری کے ساتھ جلسوں میں جانا شروع کر دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب حافظ صاحب کی داڑھی کاٹی گئی جو کہ شیعوں نے نہیں کاٹی بلکہ معاملہ کچھ اور تھا۔ لکھ نہیں سکتا (کبھی حاضری) پر سناؤں گا۔ جلسہ سے واپسی پر میں نے حافظ صاحب سے کہا کہ شیخوپورہ والوں نے اگر سوال کر دیا تو کیا جواب دوں؟ حافظ صاحب کہنے لگے کہ کہہ دینا کہ شیعوں نے کاٹی ہے۔ یہ بھی جھوٹ تھا۔ میں سوچنے لگا۔ ایک طرف تو ہم اپنے آپ کو موحد کہلاتے ہیں۔ دوسری طرف میرے علماء جھوٹ بولنے کی تعلیم دیتے ہیں۔ میں سوچ میں پڑ گیا۔ چند دنوں کے بعد یزدانی سے صلح ہونے کے بعد آمدورفت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ 17 اپریل 1986ء بروز بدھ جامع مسجد اہل حدیث ہیڈ بمبانوالہ تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں ایک جلسہ عام بسلسلہ سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منعقد ہوا۔ جس میں خطابات کے لئے مولانا حبیب الرحمان یزدانی، حافظ محمد عبداللہ شیخوپوری، مولانا محمد

حیات ڈسکہ، مولانا عبداللہ نثار سیالکوٹ، مولانا رفیق سلفی راہوالی، مولانا محمد حسین صاحب شیخوپوری، مولانا نذیر سبحانی شاعر، مولانا محمد رفیق مدنی، حافظ عبدالقادر روپڑی تھے۔ اس جلسے کی نقابت میرے ذمہ تھی۔ دوران تقریر حافظ محمد عبداللہ شیخوپوری نے معراج مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیان کرتے ہوئے یہ کہا کہ معراج کی رات اللہ پاک کے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انبیاء کو نماز پڑھائی تو میرے ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ ایک طرف تو ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ نبی اور ولی مر کر مٹی ہو چکے ہیں۔ دوسری طرف ہمارے مناظر صاحب کہہ رہے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انبیاء کو نماز پڑھائی۔ دوسرا سوال یہ پیدا ہوا کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ کون سی آیت قرآن مجید کی پڑھیں اور پیچھے انبیاء علیہ السلام نے کیا پڑھا؟ تیسرا سوال یہ پیدا ہوا کہ معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے جو 50 نمازیں فرض کی تھیں۔ ان کو پانچ کروانے والے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی چھٹے آسمان پر روح تھی یا خود موسیٰ علیہ السلام بمعہ جسم موجود تھے۔ یہ تینوں سوال تھے۔ اس کانفرنس میں میں نے تین دفعہ رقعے لکھ کر دیئے۔ لیکن جواب نہ مل سکا۔ بہرکیف مناظر کی تقریر کا وقت ہوا۔ اس جلسہ کی نقابت میرے ذمہ تھی۔ بعد میں دوسرے مقرر کی باری تھی کہ میں نے مقرر کا نام لینے سے پہلے ان تینوں سوالوں کو دہرایا اس لئے کہ بعد میں آنے والا مقرر ان تینوں سوالوں کے جواب سے عوام الناس کو مستفیض کرا سکے۔ جلسہ انتشار کی نظر ہوا۔ تفصیل لکھنے سے قاصر ہوں (کبھی خدمت کا موقع ملا تو تمام واقعات سے روشناس کراؤں گا) بہرکیف واپسی پر جو کچھ میرے ساتھ ہوا سو ہوا لیکن پھر مناظرین کے چہروں کے رنگ تبدیل ہو چکے تھے۔ وقت گزرتا گیا۔ بعد ازاں قلعہ کچھن سنگھ والی کانفرنس کا وقت آ گیا۔ بندہ ناچیز بھی اس کانفرنس میں موجود تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں نے ثناء خوانِ مصطفیٰ بننا تھا۔ اس لئے اتفاقاً میں اور علامہ احسان الٰہی

ظہیر کے بھائی ڈاکٹر فضل الٰہی ظہیر چائے پینے کے لئے کینٹین میں پہنچے ہی تھے کہ زوردار دھماکہ ہوا جس میں اہل حدیث کے جید علماء موت کی بھینٹ چڑھ گئے، ہلاک ہونے والوں میں حبیب الرحمان یزدانی اور احسان الٰہی ظہیر قابل ذکر ہیں۔ بعد ازاں وقت گزرتا گیا اور مرکزی جامع مسجد اہل حدیث کاموں کی منڈی میں حبیب الرحمان یزدانی کی جگہ حنیف ربانی جو کہ میری جامع مسجد مبارک اہل حدیث میں بچوں کو ناظرہ قرآن کی تعلیم دیتا تھا، خطیب مقرر کر دیا گیا۔ 24 جولائی 1987ء کو بروز اتوار جامع مسجد محمدیہ اہل حدیث محلہ فیصل آباد گوجرانوالہ میں بیاد شہدائے اہل حدیث کانفرنس منعقد ہوئی شرکاء میں مولانا شمشاد احمد سلفی۔ مولانا معین الدین لکھنوی۔ مولانا حافظ عبداللہ شیخوپوری، مولانا محمد حسین شیخوپوری۔ مولانا رفیق سلفی۔ مولانا شہباز سلفی۔ شفیق پسروری۔ مولانا محمد اعظم۔ حافظ عبدالقادر روپڑی قابل ذکر ہیں۔ میں نے وہاں پر بھی وہی سوالات دہرائے۔ مگر جوابات سے مطلع نہ کیا گیا۔ بلکہ جھڑک کر بٹھا دیا گیا میں کب باز آنے والا تھا۔ جلسہ کے اختتام پر میں نے حافظ عبداللہ شیخوپوری سے پھر سوال کیا۔ لیکن یہ کہہ کر ٹال دیا گیا کہ یہ کوئی خاص مسائل نہیں ہیں۔ جس پر آپ بضد ہیں۔ کوئی اور بات کریں۔ لیکن میرا ذہن مطمئن نہیں تھا۔ دل میں طرح طرح کے خیالات آتے تھے۔ دل پریشان تھا۔ آخر کس کے پاس جاؤں کس سے مسائل حل کرواؤں اس دوران کچھ کتب کا مطالعہ کیا جو کہ قابل ذکر ہیں۔

1۔ صراط مستقیم مصنف مولانا اسماعیل دہلوی جس میں لکھا ہے کہ نماز میں عورت کا گائے اور گدھے کا خیال آجائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال آجائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

2۔ کتاب الوسیلہ۔ مصنف ابن تیمیہ۔ اس میں تحریر ہے کہ بعض اوقات شیطان انسانی شکل میں آکر کہتا ہے کہ میں موسیٰ، عیسیٰ، خضر حتیٰ کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ہوں (لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم)۔

دوسری جگہ پر تحریر ہے کہ بعض اوقات جو قبور سے آوازیں آتیں ہیں وہ شیاطین کی آوازیں ہوتی ہیں۔ چاہے کسی ولی، غوث، قطب یا نبی کی قبر ہو۔ (لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم)۔

3۔تقویۃ الایمان۔ مصنف اسماعیل دہلوی۔اس میں اسماعیل دہلوی نے تو حد ہی کر دی لکھا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ مانو۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ خدا چاہے تو کروڑوں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا کر دے نبی ولی خدا کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل ہیں۔اس میں لکھا ہے کہ نبی مر کر مٹی ہو چکے ہیں اور نبی، ولی کو ماننے والا مشرک ہے۔

4۔کتاب التوحید۔ مصنف عبدالوہاب نجدی۔ انبیاء کلمہ کی فضیلت نہیں جانتے۔

5۔تحفہ الوہابیہ۔اس میں تو کمال کو ہاتھ لگا دیا۔ دوسری کتب کا بھی مطالعہ کیا گیا جس میں خاص قسم کی کتاب جس کا نام نزل الابرار فی فقہ النبی الامختار۔ مصنف وحید الزمان۔

ان کے علاوہ نجدیوں کی کئی اور کتابیں نظر سے گزریں تفصیل درکار نہیں ہے۔صرف کتب کا نام ذکر کر دیا ہے۔ان کے علاوہ اب چند کتب دیوبندیوں کی بھی نظر سے گزریں اشارۃً تحریر ہیں۔

1۔تحذیر الناس مصنف قاسم نانوتوی۔ جسمیں ختم نبوت سے انکاری ہے۔ ''امتی عمل میں نبی سے بڑھ جاتا ہے''۔

2۔براہین القاطعہ۔ مصنف مولانا خلیل احمد انبیٹھوی۔ جس میں تحریر ہے۔ میلا دمنانا ہندوؤں کی رسم ہے۔ 12، ربیع الاول ہندو کھیا کی ولادت کا دن ہے۔اس کتاب

میں تحریر ہے کہ نبی کو اردو بولنا مدرسہ دیوبند سے آیا۔

3۔رسالہ: الامداد۔ مولانا اشرف علی تھانوی۔ اس میں تحریر ہے کہ لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ۔

درود شریف۔ اللھم صلی علی سیدنا مولانا اشرف علی۔

4۔حفظ الایمان۔ مصنف اشرف علی تھانوی۔ اس میں تحریر ہے کہ جتنا علم نبی کو ہے اتنا کسی پاگل دیوانے حیوانات کو بھی ہے۔

5۔رشید ابن رشید۔ مصنف (محمد دین بٹ)۔ جس میں یزید کو حق پر امام حسین کو باغی قرار دیا گیا ہے۔ یزید کو جنتی اور (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لکھا گیا ہے۔

6۔فتاویٰ رشیدیہ۔ مصنف رشید احمد گنگوہی۔ قابل دید ہے کس کس کتاب کا حوالہ اور کونسی کونسی کتب کا نام تحریر کروں۔

ان چند کتب کی کفریہ عبارات پڑھ کر دل بہت بیزار ہوا۔ یزدانی کے مرنے کے بعد ہم بمعہ اہل خانہ دوبارہ گوجرانوالہ محلہ چمن آباد میں رہائش پذیر ہوئے اور وہاں پر جامع مسجد قبا اہل حدیث جس کا متولی مولانا شہباز احمد سلفی ہے، میں خطیب مقرر ہوا۔ چند ماہ خطابت کے بعد مجھ پر اہل تشیع نے چھریوں سے حملہ کیا۔ جس پر شہباز سلفی۔ محمد یوسف احرار۔ مولانا محمد اعظم۔ مولانا حبیب الرحمان ایلی جنرل سیکرٹری جامعہ محمدیہ اہل حدیث چوک نیائیں مجھے کمشنر ہاؤس زخمی حالت میں لے کر گئے اور مقدمہ درج کرایا۔ کچھ ہی ماہ بعد اہل حدیثوں اور سنیوں میں مناظرہ اختیار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہونا قرار پایا۔ کاچھو پورہ لاہور جامعہ مسجد رحمانیہ اہل حدیث اور جامعہ مسجد غوثیہ رضویہ جگہ مقرر کی گئی۔ اہل حدیثوں کی طرف سے حافظ محمد عبداللہ شیخوپوری، حافظ عبدالقادر روپڑی، مولانا شمشاد احمد سلفی، محمد حنیف ربانی روپڑی صاحب صدر مناظر تھے۔

سنیوں کی طرف سے علامہ عبدالتواب صدیقی اور دوسرے علماء تھے۔ میں اس مناظرہ میں بطور معاون تھا میں نے سوچا کہ میرے ذہن میں جو مسائل کے بارے میں خلش ہے وہ دور ہو جائے گی۔ جمعرات کا دن تھا۔ 22 دسمبر 1987ء تاریخ تھی۔ میں نے مناظرہ شروع ہونے سے پہلے جو سوالات شروع میں تحریر کیے ہیں۔ مولانا رفیق سلفی سے پوچھے۔ انہوں نے دوسری طرف رخ کر لیا۔ قصہ مختصر جواب ندارد۔ آخر کار میں ہمت کر کے سنیوں کے سٹیج پر پہنچ گیا۔ علامہ عبدالتواب صدیقی کے آگے سوالات کا پرچہ رکھا تو انہوں نے سترہ احادیث مبارکہ حیات الانبیاء پر لکھ کر دیں۔ اور مجھ سے کہا کہ جاؤ اپنے مناظرین سے ان احادیث کے متعلق پوچھو کہ آیا یہ احادیث صحاح ستہ میں موجود ہیں یا نہیں۔ صحیح ہیں یا ضعیف ہیں۔ میں وہ پرچہ لے کر اپنے مناظرین کے پاس آیا اور حافظ عبداللہ شیخوپوری سے پوچھا یہ احادیث کہاں پر ہیں۔ ضعیف ہیں یا صحیح ہیں۔ تو جواب ملا کہ ان میں تین احادیث صحیح ہیں باقی تمام ضعیف ہیں۔ تو میں نے کہا کہ اگر تین حدیثوں پر بھی ہمارا ایمان ہو تو معلوم ہوا کہ انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ لہٰذا ہمارا عقیدہ من گھڑت اور گستاخ عقیدہ ہے۔ لعنت ہے ایسے عقیدے پر جس میں انبیاء کی توہین ہو۔ میں ایسے برے گندے اور گستاخ عقیدہ سے توبہ کرتا ہوں۔ اتنی باتیں کر کے جب میں سنیوں کے سٹیج پر پہنچا تو علامہ عبدالتواب صدیقی صاحب نے اعلان کیا کہ سنیوں تم کو مبارک ہو۔ تم نے مناظرہ جیت لیا ہے۔ لوگوں نے کہا علامہ صاحب کیسے تو صدیقی صاحب نے کہا کہ قاری محمد جاوید اقبال گستاخ گندے عقیدہ سے تائب ہو کر مسلک حق اہل سنت میں آ چکے ہیں بس پھر کیا تھا۔ وہابیوں نجدیوں کی تو نانی مر گئی۔ اور سنیوں کے سٹیج سے نعرہ تکبیر نعرہ رسالت، نعرہ غوثیہ مسلک اہلسنت والجماعت زندہ باد کے نعروں سے فضا گونجنے لگی۔ وہاں سے ہماری جلوس کی شکل میں داتا دربار پر حاضری ہوئی دربار شریف میں پہلی دفعہ حاضری تھی۔ داتا سرکار کی قدم بوسی کے بعد علامہ عبدالتواب

صدیقی صاحب کہنے لگے کہ قاری صاحب شان اولیاء بیان کریں اور اپنا تائب ہونے کا واقعہ مختصر لفظوں میں بیان کریں۔ میں نجدی عقیدے سے تائب ہونے کی وجہ تو بیان کرسکتا تھا مگر اولیا کی شان کیسے بیان کرتا۔ کیا معلوم تھا کہ ولیوں کی شان کیا ہوتی ہے۔ صدیقی صاحب نے مجھے پانی دیا کہ قاری صاحب یہ داتا سرکار کی سبیل کا پانی ہے پی لیں۔ جیسے جیسے پانی پیتا رہا دل میں نورانیت پیدا ہوتی رہی۔ پھر کیا تھا میں نے تقریباً ایک گھنٹہ پچیس منٹ تک شان اولیاء بیان کی۔ تمام رات مبارکباد لیتے گزر گئی۔ جب صبح ہوئی تو میری دنیا بدل چکی تھی۔ پہلے گستاخ اولیاء گستاخ صحابہ اور گستاخ انبیاء تھا۔ اب تو میں اولیا کے در کا گداگر اور ثناء خوان مصطفیٰ تھا۔ دوسر طرف میرے اہل خانہ کو معلوم ہوا کہ میں سنی بریلوی ہو چکا ہوں۔ پھر کیا تھا تلاش شروع کر دی گئی۔ چند دنوں بعد مجھ سے والد محترم کی ملاقات داتا سرکار پر ہوگئی۔ مجھ پر تشدد کیا گیا لوگوں نے چھڑا دیا۔ لیکن میں حضرت بلال حبشیؓ کی سنت پر شیدا تھا۔ جائیداد چھوڑی تشدد برداشت کیا۔ آخر کار میرے خاندان کے پاس ایک ہی راستہ باقی رہ گیا، اور وہ میرے بیوی بچوں کا معاملہ تھا۔ کچھ ہی دن گزرے ہونگے کہ دوبارہ دربار شریف پر والد صاحب سے ملاقات ہوگئی۔ اس وقت والد محترم ساتھ میرا چچازاد بھائی محمد ایوب اور چھوٹا بھائی نوید اقبال اور خالہ زاد بھائی ثناء اللہ تھے۔ وہ لوگ مجھے زدوکوب کرتے ہوئے میری سسرال سانده خورد لاہور چوہان روڈ پر تھی۔ وہاں لے گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے تمام رشتہ دار اکٹھے ہوگئے۔ باتیں ہوتی رہیں۔ آخر کار میرے سسر نے کہا کہ برخوردار تم مشرک ہوگئے۔ اب تمہارا ہمارا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ اس لئے میری لڑکی کو طلاق دے دو۔ میں نے کہا کہ اپنی بیوی سے پوچھ لوں؟ لیکن وہ بھی کہنے لگی کہ یہ عقیدہ مشرکانہ اور بدعتیوں کا عقیدہ ہے۔ اس طرح تمہارا اور میرا گزارہ نہیں ہوسکتا۔ جو میرے ابا جان کہتے ہیں۔ مجھے وہ فیصلہ منظور ہے۔ آخر کار میں نے کاغذ پر تین طلاق یکمشت تحریر کر دیں۔ اور کمرہ سے باہر

آ کر میں نے وہ کاغذ اپنے والد محترم کے آگے کر دیا۔ جب والد محترم نے تحریر پڑھی تو تمام لوگ پریشان ہو گئے۔ اور کہنے لگے ہم تو تم کو ڈرانے کے لئے کہہ رہے تھے۔ یہ تم نے کیا کیا؟ میں نے جواب دیا۔ اب یہ میرے نکاح میں نہیں ہے۔ حنفی عقیدہ میں تین طلاقیں یکمشت ہو جاتی ہیں۔ میں اب نجدی نہیں ہوں جس میں ستر بار بھی کہہ لیں تو ایک طلاق مانی جاتی ہے۔ بعد ازاں اہل خانہ نے مجھے زدوکوب کیا۔ اور بچوں کو چھوڑنے کے لئے بھی کہہ دیا۔ میری ایک لڑکی اور ایک لڑکا ہے۔ لڑکی کا نام شاہدہ پروین اور لڑکے کا نام شہزاد جاوید ہے۔ لڑکا پیدائشی معذور پیدا ہوا۔ اور لڑکی ٹھیک ہے۔ میں نے سوچا کہ خدا معلوم کہ کہاں کہاں پر رہنا ہے۔ اور کیا کیا مصیبتیں جھیلنی ہیں۔ بہر حال میں تمام حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے ناموس رسالت کی خاطر بچے بھی قربان کر دیئے۔ پھر کیا تھا میں ہر طرح سے آزاد ہو چکا تھا۔ جاتے ہوئے میں نے اپنے خاندان والوں سے کہا کہ اب ہر جگہ ہر گھڑی تمہارا میرا آمنا سامنا ہوتا رہے گا۔ میں تمہارے گندے عقیدہ کو کھول کھول کر بیان کروں گا۔ گلی گلی، کوچہ کوچہ، قریہ قریہ یا رسول اللہ کے نعرے لگاؤں گا۔ بعد ازاں میں نے رات کو داتا سرکار پر حاضری دی۔ تمام رات نفل اور قرآن مجید پڑھتے پڑھتے گزری۔ رات کے کچھ حصہ میں میری آنکھ لگ گئی اور سفید ریش داڑھی، دراز قد، نورانی چہرہ والے بزرگ نمودار ہوئے۔ اور میری کمر پر ہاتھ پھیرا اور کہنے لگے بیٹا گھبرانا نہیں۔ خدا اور خدا کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارے ساتھ ہیں۔ ولیوں کا تم پر ہاتھ ہے۔ اتنی ہی بات ہوئی تھی کہ آنکھ کھل گئی۔ میرے دل میں اور ذہن میں جو جو پریشانیاں تھیں دور ہو گئیں۔

14 اکتوبر 1988ء کو میرے خاندان والوں نے مجھے قتل کروانے کا منصوبہ بنایا قتل کا معاوضہ پچاس ہزار روپیہ دینا مقرر رہا۔ قاتل کو نصف رقم پہلے ادا کی گئی اور نصف قتل کے بعد دینی قرار پائی۔ (واقعہ لکھنے سے قاصر ہوں۔ کبھی موقعہ ملا تو تفصیل کے ساتھ عرض کروں

گا)۔ بعد ازاں تبلیغ کا سلسلہ شروع ہوا۔ پھر کیا تھا۔ جہاں جہاں پر غیر مقلدین کے جلسے ہوتے تھے۔ سنی علماء مجھے بھی خدمت کا موقع دیتے رہے۔ اور وہاں وہاں پر جا کر مسلک حق کی حقانیت پیش کرتا رہا۔ اور کر رہا ہوں۔ اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ثناء خوانی کرتا رہا اور کر رہا ہوں۔ نجدی پلید عقیدے کی سرکوبی کرتا ہوں اور کر رہا ہوں اور کرتا رہوں گا۔

کچھ واقعات سابقہ غیر مقلدین میں ہوتے ہوئے ایسے بھی پیش آئے جن کو تحریری طور پر لکھنے سے قاصر ہوں۔ (کبھی خدمت کا موقع ملا تو تفصیل کے ساتھ بحوالہ عرض کروں گا) مثال کے طور پر مولانا محمد حسین شیخوپوری کی ٹانگیں ٹوٹنے کا واقعہ۔ حبیب یزدانی کے چھریاں چلنے کا واقعہ۔ حبیب الرحمان یزدانی کے لڑکے انعام الرحمان کے مرنے کا واقعہ۔ اکرم رضوی کے خلاف جھوٹی گواہی دینے کا واقعہ اور جیل جانے کا واقعہ۔ نارووال سے واپسی پر حافظ عبداللہ شیخوپوری کی پٹائی کا واقعہ۔ حافظ عبداللہ شیخوپوری کا عدالت میں جھوٹا قرآن اٹھانے کا واقعہ۔ ڈیرہ نواب صاحب میں کتابیں چھوڑ کر بھاگنے کا واقعہ۔ حافظ عبدالقادر روپڑی کی لڑکی کا نکاح امام کعبہ عبداللہ ابن سبیل کا واقعہ۔ عبدالغفور مدنی جہلمی کا سات لڑکیوں کو تعلیم کا جھانسہ دیکر عرب امارات کے امراء سے نکاح کا واقعہ۔ حافظ عبداللہ شیخوپوری کی داڑھی کٹ جانے کا واقعہ وغیرہ وغیرہ۔ اس کے علاوہ کئی واقعات ہیں جو کہ تحریر نہیں کئے جاسکتے۔ اب میں جن جن اساتذہ کرام سے غیر مقلدین ہوتے ہوئے قرآن مجید۔ تفاسیر اور احادیث کی تعلیم حاصل کی۔ ان کے نام درج کرتا ہوں۔

۱۔ سید عبدالغنی جامع مسجد مرکزی اہلحدیث منڈی کاموکی جن سے قرآن مجید ناظرہ اور ترجمہ پڑھا۔

۲۔ مولانا عبید الرحمان مدنی مدینہ یونیورسٹی مہتمم جامعہ سلفیہ فیصل آباد سے بخاری شریف ترجمہ تشریح۔

۳-مولانا شفاعت اللہ گل مردان۔ جامعہ سلفیہ فیصل آباد سے مسلم شریف ترجمہ تشریح۔

۴-مولانا عبد الرحمان ملتانی جن سے فن خطابت سیکھا۔ مدرسہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد۔

۵-مولانا رفیق احمد پسروری والد محترم رانا شفیق خاں پسروری جنہوں نے جامعہ سلفیہ میں ٹیسٹ وغیرہ لئے۔

۶-مولانا محمد اعظم جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ سے دورہ حدیث کیا۔

جن مساجد اہل حدیث میں خطابت کی۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

نمبرا۔ مرکزی جامع مسجد اہل حدیث منڈی کاموکی ضلع گوجرانوالہ۔

نمبر۲ جامع مسجد مبارک اہلحدیث نئی آبادی دھوپ سڑی کاموکی عرف ٹالیاں والی مسجد۔

نمبر۔۳ جامع مسجد محمدیہ اہل حدیث نبہ سلطان کاموکی۔

نمبر۔۴ جامع مسجد قبا اہلحدیث محلہ حسن آباد چنڈی بائی پاس گوجرانوالہ۔

یہ میری خطابت کی آخری مسجد تھی۔ جس کا متولی مولانا شہباز احمد سلفی تھا۔ یہ میری سابقہ نجدیت زندگی رودار تھی جو کہ میں نے بقلم خود تحریر کی ہے۔ اس وقت میں جامع مسجد غازی اہلسنت والجماعت بریلوی گل روڈ حمید کالونی میں مستقل خطابت سرانجام دے رہا ہوں۔ اور جامعہ حنفیان مدینہ کا بانی و مہتمم ہونے کی حیثیت سے بچوں کو قرآن مجید حفظ ناظرہ اور ترجمہ پڑھا رہا ہوں۔

جب سے ثناء خوان مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنا ہوں۔ یعنی جب سے مسلک حق کو اپنایا ہے۔ چہرے پر بھی نور ہے۔ دل کو سکون ہے۔ قرآن مجید پڑھنے کا بھی مزہ آتا ہے۔

اب جبکہ قرآن مجید یا احادیث کو پڑھتا ہوں تو ایک ایک حرف شان مصطفی اور فضیلت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نظر آتی ہے۔

بندہ ناچیز نے رات دن ایک کیا ہوا ہے۔ اپنے لجپال نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ترانے سنا رہا ہوں۔ آخر میں وہابی نجدی کے گندے عقیدے سے تائب ہونے کا اشارۃً لکھ رہا ہوں۔

میرا وہابی نجدی سے سنی بریلوی ہونا معجزہ معراج مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ مسلک حقہ اہلسنت والجماعت وہ مسلک ہے جو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک تھا۔ جو کہ حضرت عثمان غنی ذوالنورین کا مسلک تھا۔

جو کہ حضرت مولا علی شیر خدا حیدر کرار کا مسلک تھا۔ بلکہ تمام صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مسلک ہے۔ اس اثنا میں میری زبان سے یہ شعر بے ساختہ نکل جاتا ہے۔

قابل تھا نار کے جنت ہوئی نصیب
اس در کی حاضری سے میری قسمت بدل گئی

قاری محمد جاوید اقبال نقشبندی جماعتی

خطیب جامعہ مسجد غازی گل روڈ حمید کالونی گوجرانوالہ۔

☆......☆......☆......☆......☆